(رجسٹرڈ نمبر ال ۱۳۹۲)

سالانہ چندہ ۶ ؍	بیرونِ ہند ۸ ؍
ششماہی چندہ ۳ ؍	قیمت فی پرچہ ۲ ؍

راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

یوم اشاعت ... دوشنبہ

سچ

ایڈیٹر:- عبدالماجد
پتہ:- دریاباد - ضلع بارہ بنکی
(مضامین کے بارہ میں جملہ مراسلت ایڈیٹر سے کیجائے)

مہتمم:- ظفر الملک
پتہ:- دفتر اخبار سچ - لکھنؤ
(چندہ اور انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت مہتمم کو بھیجے جائیں)

نمبر ا	۲۸ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ	۳ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۳

سچی باتیں

آپ کے باورچی خانہ میں ایک کمر جھکی ہوئی بڑھیا رہتی ہیں، جنکا کوئی والی وارث نہیں۔ آپ کبھی اگر انکے آگے دوچار پیسے پھینک دیتے ہیں تو گویا اپنے نزدیک حاتم طائی کی سخاوت کو مات کر دیتے ہیں، لیکن کبھی ساری عمر میں یہ بھی توفیق آپ کو ہوئی ہے، کہ اُنکا کوئی کام اپنے ہاتھ سے کر دیں؟ آپ کی والدہ ماجدہ کا اب پیرانہ سالی کا زمانہ ہے، نہ اعضا میں قوت باقی ہے، نہ ہوش و حواس پوری طرح باقی ہیں، آپ اپنی ساری فضول خرچیوں کے مقابلہ میں کوئی حقیر رقم انھیں بھی دیدیتے ہیں، اور اس طرح گویا اُن کے سارے احسانات سے بڑھکر اُنکے ساتھ سلوک کرچکتے ہیں، یا اس سے بھی آگے بڑھے، تو اُنکی علالت کے وقت کسی ڈاکٹر یا حکیم کو بلاکر اُنھیں دکھا دیا، اور اس طرح گویا سارے فرائض فرزندی سے سبکدوشی حاصل کرلی، لیکن کتنی مرتبہ آپ نے اُنکا کام اپنے ہاتھ سے کیا ہے؟ کتنی بار اُنھیں آپنے دوڑ کر پانی پلایا ہے؟ کتنی بار اُنکی جوتیاں صاف کرکے اُنھیں دی ہیں؟ کتنی بار اُن کے پیکدان اور اگالدان صاف کرکے اُنکے سامنے رکھا ہے؟

آپ راستہ میں جاتے ہوتے ہیں۔ ایک بوڑھے مزدور کو آپ دیکھتے ہیں کہ اُس نے بوجھ سر سے اُتار کر رکھدیا ہے، اور وہ اتنا بھاری ہے، کہ بغیر کسی کے سہارے کے نہیں اٹھ سکتا۔ وہ بیکس چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہے، آپ اُسکی بیکسی کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں، لیکن گذرتے ہوئے چلے جاتے ہیں، اس لیے، کہ مزدور کے بوجھ میں سہارا دینا، آپ کے نزدیک آپ کی شان، آپ کے مرتبہ، آپ کی عزت، آپ کی شرافت، آپ کی تعلیم کے منافی ہے!

دوسروں کی خدمت جانے دیجیے۔ خود اپنے کام کاج، اپنی ضروریات کو لیجیے۔ آپ اپنے کتنے کام اپنے ہاتھ سے کرنے [کر سکتے ہیں!] اپنی کتنی ضرورتوں کو بغیر دوسروں کے دست نگر و محتاج ہوئے آپ خود پورا کر سکتے ہیں؟ اسٹیشن پر اپنا سامان آپ نہیں اُٹھا سکتے، بازار میں اپنا خریدا ہوا سودا اپنے ہاتھ میں لیکر آپ نہیں چل سکتے، اپنا پانی آپ نہیں بھر سکتے، اپنے صحن میں جھاڑو آپ نہیں دے سکتے، اپنا کھانا آپ نہیں پکا سکتے، اپنا لباس آپ نہیں سی سکتے، اپنے کپڑے آپ نہیں دھو سکتے، زیادہ پیدل آپ نہیں چل سکتے، گویا اس طرح ہر کام کے کرنے میں آپ کو اپنی توہین نظر آرہی ہے! آپ کے لیے آپ ہی کے یہ سارے کام آپ کے بوڑھے نوکر کریں، ضعیف مزدور کریں، بیمار خدمتگار کریں، لاغر قلی کریں، تو کریں، تو ایک آپ ہی نہ کریں۔ اور آپ صرف اس لیے نہ کریں، کہ آپ "شریف" ہیں، اور آپ "تعلیم یافتہ" ہیں۔ آپ سواری کے کرایہ میں، نوکروں کی تنخواہوں میں، مزدوروں کی مزدوری میں، قلیوں کی اُجرت میں اکثر دل کھول کر خرچ بھی فرماتے ہیں، اور دوسری طرف زبان پر یہ فریاد بھی جاری رہے، کہ آمدنی کافی نہیں ہوتی، خرچ پورا نہیں پڑتا، زیر باری بڑھتی جاتی ہے، قرضہ بڑھا چلا جاتا ہے!

کیا تعلیم کے یہی معنی ہیں، کہ وہ زندگی کو اس قدر پُرمصارف بنا دے؟

کیا "تعلیم" کا یہی مفہوم ہے، کہ انسان ان تمام غیر ضروری تکلفات کا غلام بن جائے؟ کیا تعلیم کا یہی منشا ہے، کہ انسان کی زندگی تمام تر مصنوعی ہو کر رہ جائے؟ کیا "تعلیم یافتہ" شخص کی یہی پہچان ہے، کہ وہ اپنے بڑوں کی خدمت کرنے، اور چھوٹوں کی دستگیری کرنے میں اپنی ہتک سمجھے؟ کیا "تعلیم" اسی لیے دی جاتی ہے، کہ یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے میں عار آنے لگے؟ کیا "تعلیم" سے یہی غرض ہوتی ہے، کہ انسان اپنے ہاتھ پیر سے کام لینا بھول جائے؟ کیا "تعلیم" اسی کا نام ہے، کہ انسان دوسروں کا بار اٹھانے کی جگہ اپنا بار دوسروں پر ڈال دے؟ کیا یہی "تعلیم" دلوں میں ہمدردی و غمخواری، خدمت خلق و خدمت قوم کے جذبات پیدا کر سکتی ہے؟ کیا اسی "تعلیم" سے امید ہے، کہ وہ شخص و قبائل کی زندگی کو بنا کر خلوص اور سچائی کی تربیت کرے گی؟ کیا یہی وہ "تعلیم" ہے، جو انسان کو مرتبۂ ملکوتیت تک نہ پہنچا سکے، تو بھی کم از کم مقام انسانیت ہی پر قائم رہنے دے گی؟ روحانی و اخلاقی حیثیتوں کو چھوڑیے۔ خالص مادی اور اقتصادی پہلوؤں سے بھی سوچیے اور غور کیجیے، کہ یہ "تعلیم" جیسے پھیلے ہوئے نتائج ہوں، ملک و قوم کے حق میں رحمت و برکت ہے، یا ایک بار اور وبال؟

شکریہ کی دوسری قسط

جن بھائیوں، عزیزوں، اور بزرگوں نے سنہ ۱۹۲۶ء میں سچ کا پیام پھیلانے میں مدد دی تھی، اُن میں سے بیشتر کا شکریہ پچھلے نمبر میں ادا کیا جا چکا ہے۔ اس تحریر کے بعد دفتر سے مہتمم صاحب نے جو فہرست ایسے حضرات کی بھجوائی، تو اس سے معلوم ہوا، کہ پچھلے پرچے میں بعض نام چھوٹ گئے تھے۔ اس لیے آج بمسرت تمام ان حضرات کے بقیہ نام بھی درج کیے جاتے ہیں:- محمد اکبر صاحب (ریاست بھوپال) محمد عبدالرحیم صاحب (ٹانڈہ) محمد حسین صاحب (گیا) عزیز الحسن خاں صاحب (سیتاپور) محمد نعیم الحسن صاحب (پرتاب گڑھ) سید عبدالحکیم صاحب (ڈسٹرکٹ بہار) مولوی ... (مراد آباد) محبوب الحسن خاں صاحب (مراد آباد) عبداللطیف خاں صاحب (ٹونک) عارف اللہ صاحب (بہار) غلام سرور صاحب (گلبرگہ دکن) مولوی حسن الدین صاحب (گلبرگہ دکن) خورشید الحسن صاحب (مراد آباد) محمد شریف داؤد میاں صاحب (بمبئی) محمد عبداللہ صاحب (رائچور دکن) سید حیات الحسن صاحب (اورنگ آباد دکن) محمد یونس صاحب (بھوپال) شاہ نذیر احمد صاحب (ضلع بارہ بنکی) احمد حسین صاحب (ضلع بہرائچ) مرزا محمد رضا صاحب (میسور) مولوی ہدایت اللہ صاحب (گونڈہ) سعید پرویز (بنارس) سید ابراہیم صاحب (جنڈ...) عبدالمجید صاحب (حیدرآباد دکن) محمد صادق صاحب (محبوب نگر دکن) خواجہ محمد الیاس قریشی صاحب (امرپور دکن) شیخ ولی محمد عباسی صاحب (سیوان) غلام فاروق صاحب (بمبئی) الیاس احمد صاحب (قرول باغ دہلی) معین الدین حارث صاحب (جامعہ ملیہ دہلی) سید محمد یعقوب صاحب (بھیرہ) محمد اسمٰعیل صاحب (بھیرہ) مولوی سعادت حسین صاحب (دہلی) تجمل کریم صاحب (باندہ) حکیم عبدالقدیر صاحب (شاہجہانپور) مقبول الرضا صاحب (الٰہ آباد)

ان دونوں فہرستوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ سچ سے محبت رکھنے والوں اور اس کی قدر افزائی کرنے والوں میں ہر شعبۂ حیات کے لوگ شامل ہیں، جج، وکیل، مصنف، طبیب، تاجر، گریجوئیٹ، مدرس، طالب علم، ہر گروہ اور طبقہ کے لوگ، اور حیدرآباد اور بھوپال، رامپور ٹانک اور میسور، بہار اور بمبئی، مدراس، آگرہ، اودھ، پنجاب اور دہلی، ملک کے اکثر علاقوں کے نمایندے شامل ہیں۔ یہ محض فضل خداوندی ہے، جس نے اپنے بندوں کے دلوں میں اپنے ایک عاصی و ناکارہ بندہ کی جانب سے اس قدر محبت اور حسن ظن پیدا کر دیا ہے۔ ان مہربانوں میں سے اکثروں نے ایک ایک جلد کا خریدار بنا دیا ہے، بعض نے ایک سے زائد خریدار دیے ہیں، اور بعض نے نو، نو اور گیارہ گیارہ تک خریدار دیے ہیں، اور ایک بزرگ نے تو انتہا کی حد ہی کر دی، یعنی اکٹھے سو خریداروں کے چندے پیشگی بھجوا دیے! ممکن ہے اس فہرست میں اب بھی کسی صاحب کا نام چھوٹ گیا ہو، یا بعض صاحبوں کا شکریہ ناکافی ادا ہوا ہو، لیکن جس دربار سے انھیں اجر حقیقی عطا ہوتا ہے، اور جس کے سامنے یہ لفظی و رسمی شکریہ، بالکل بے حقیقت ہے وہاں کسی قسم کے سہو و نسیان کا امکان نہیں۔ مہتمم صاحب کہتے ہیں، کہ خریداروں کی تعداد اب بھی ناکافی ہے، اور پرچہ کو زندہ رکھنے کے لیے ابھی بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ لیکن میں جن عنایتوں اور نوازشوں کو جو اب تک ان بھائیوں نے کی ہیں، اپنے حق سے کہیں بڑھ کر سمجھتا ہوں، اس سے زائد اور توجہ فرمائی کی درخواست کی ہمت کہاں سے لاؤں۔

ایک مفید کام

آج کی اشاعت میں دارالمصنفین (اعظم گڑھ) کی آئی ہوئی ایک تحریر شایع کی جاتی ہے۔ ملک میں آج بیشمار قومی و مذہبی علمی کام ہو رہے ہیں، دارالمصنفین کی نوعیت سب سے جداگانہ ہے۔ اس نے گیارہ سال کی مدت میں خاموشی کے ساتھ جو ٹھوس اور گراں پایہ خدمات، بغیر پبلک سے ایک حبہ کا بھی چندہ مانگے، انجام دی ہیں، اُن کی کوئی نظیر مسلمانوں کی موجودہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ حیرت ہوتی ہے، کہ اس دور تخریب و انتشار میں بھی ایک حلقہ مسلمانوں میں ایسا موجود ہے، جو خلوص علمی اور سنجیدگی کے ساتھ تعمیری اور علمی خدمات میں لگا ہوا ہے۔ اب بھی وہ لوگ آپ سے "چندہ" نہیں طلب کرتے، بلکہ کاروباری اصول پر لین دین کی ایک صورت، جس میں آپ کا اور اُن کا، دونوں کا نفع ہے، آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، یعنی اگر آپ [illegible] سالانہ دے کر اکیڈمی کے ممبر بن جائیں، تو وہ نہ صرف ان کا ماہوار رسالہ معارف، آپ کی خدمت میں سال بھر تک ہدیۃً آتا رہے گا، بلکہ سال کے اندر جتنی کتابیں شایع ہوں گی، وہ بھی آپ کو رعایتی قیمت پر ملتی رہیں گی۔ جو حضرات معارف کے علمی مضامین سے واقف ہیں، اور سیرۃ النبی، اسوۂ صحابہ، وغیرہ کے مرتبہ سے کچھ بھی واقف ہیں، وہ اس سودے کو یقیناً ارزاں سمجھ کر بمسرت تمام انشاء اللہ اس کی ممبری قبول فرمائیں گے۔ خوشی کی بات ہے، کہ ہمدرد، ہمدم، زمیندار، خلافت، وکیل، وغیرہ سارا اسلامی پریس اس کی تائید کر چکا ہے۔

سچ کی گذشتہ جلدیں

سنہ ۱۹۲۵ء کی کل جلدیں ختم ہو گئیں۔ بہت سے پرچے دوبارہ چھپیں تو جلد مرتب ہو سکیگی۔ سنہ ۱۹۲۶ء کی جلدیں مجلد کرالی گئی ہیں۔ قیمت فی جلد للعہ علاوہ محصول ڈاک۔ شائقین طلب کریں۔

مہتمم اخبار سچ - لکھنؤ

سیاست اور اسلام

(از مولانا ابو الجلال ندوی)

دین اسلام بلکہ ہر مذہب چار باتوں کا مجموعہ ہوتا ہے، عقائد، عبادات، اخلاق یا تہذیب نفس، اور معاملات۔ عقائد کی تعلیم صرف اس لیے ضروری ہے کہ انسان کے اعمال عقائد صحیحہ کے ماتحت درست رہیں۔ عبادات کی غرض صرف اصلاح اعمال ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت) اسی طرح اخلاق کی غرض صرف آپس کے معاملات کی درستی ہے۔ اسلیے دین کے سارے اجزا میں اہم ترین جز معاملات کا ہے۔

دین کا لغوی مفہوم بھی صرف معاملت اور آپس کا برتاؤ ہے۔ بولتے ہیں: کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ شاعر کہتا ہے

وَلَمْ یَبْقَ سِوَی الْعُدْوَانِ دِنَّاهُمْ کَمَا دَانُوْا

(دشمنی کے سوا جب کوئی تدبیر نہیں رہی تو ہم نے بھی وہی برتاؤ کیا جو انھوں نے کیا تھا)۔ دین کے معنی مجازات کی بھی ہیں۔ یہ لفظ عبادات عقاید اور تہذیب نفس کے قواعد و قوانین پر محض تغلیباً دلالت کرتا ہے۔ ورنہ دین کا اصلی مفہوم انسانوں کا باہمی برتاؤ ہے۔

سیاست کا تعلق معاملات باہمی کے اس حصہ سے ہے، جو کسی ملک کے انتظام اور کسی قوم کی اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں۔ اس لیے سیاست مذہب کا ایک ضروری جزو ہے۔ اسلام انسان کے ہر کام کا محاسبہ ہے۔ ہماری کوئی بات ایسی نہیں جسکے متعلق شریعت میں کوئی اشارہ نہ ہو۔ بادشاہ کے فرائض، رعایا کے اختیارات، اور انکے ملکی حقوق، کسی ملک کے نظم و نسق کی بعض تدبیروں کا جواز یا عدم جواز، ہمسایوں کے ساتھ برتاؤ، دوسرے ملکوں کے تعلقات، مجرمین کی سزائیں وغیرہ یہی امور ہیں جن کو خاص طور پر سیاسیات مدن میں داخل سمجھا جاتا ہے اور شریعت ان تمام باتوں میں ہمارے لیے ہدایت کا چراغ، اور اصلاح کی شمع ہے۔ اس لیے سیاست کو اسلام سے جدا سمجھنا، مذہب کی سخت توہین ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ سوراج کا مطالبہ ایک سیاسی مطالبہ ہے اسکے حصول کی تدبیریں تمامتر انسان کی دماغی ذہانت سے تعلق رکھتی ہیں، پھر بھی اسکو شریعت سے ضرور تعلق ہے۔ دنیا میں کسی کام کو انجام دینے کے لیے آج جسقدر بھی تدبیریں سوچی گئیں یا آیندہ قیامت تک کبھی سوچی جائیں گی، قرآن و حدیث میں ہر ایک کے حسن و قبح کے متعلق ہم صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے مطالبہ سوراج کو شریعت سے جدا گانہ سمجھنے کے بجائے ہم کو کتب شریعت میں غور کرنا چاہیے۔ پھر فیصلہ کرنا چاہیے کہ سوراج کی خواہش کے متعلق شریعت کیا فتویٰ دیتی ہے۔ اور اس کے حصول کی تدبیروں کو اصول شریعت سے جانچ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ یہ تدبیریں اولیٰ اور مستحسن ہیں یا مکروہ و منکر۔ یہ بات رسول خدا کی سنت نبوی کی آگہی کے بغیر ممکن نہیں۔ آپ کو خدا نے رحمت عالم بنا کر بھیجا۔ آپ انسان کو اسکی زندگی کے ہر لمحہ میں سبق دیتے ہیں۔ آپ کی زندگی، حاکم اور محکوم، امیر

اور غریب، قیدی اور آزاد غرض سب کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ نے ان تمام حالتوں میں بسر فرما کر ہمارے لیے اسباق مہیا کیے ہیں۔

عبادت اور محکومی

ایک مسلمان کی عبادت میں اسکے لیے سیاسی رہنمائی ہوتی ہے۔ ہم پانچ وقت نمازیں پڑھتے ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ ۳۰ روزے رکھتے ہیں نصاب ہو تو زکوٰۃ دیتے ہیں، قدرت ہو تو حج ادا کرتے ہیں۔ حج ہم کو ساری دنیا سے میل اور محبت رکھنے کا سبق دیتا ہے۔ زکوٰۃ ہم کو تعلیم دیتی ہے کہ ہماری دولت ساری قوم کی ایک گونہ ملک مشترک ہے۔ روزے ہم کو بتاتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ملک کے فاقہ زدہ طبقوں کے لیے درد اور دکھ کا احساس ہونا چاہیے۔

نماز جامع العبادات ہے۔ اس میں ہمارے لیے تمام عبادتوں سے زیادہ اسباق ہیں۔ نیت ہم کو بتاتی ہے کہ ہمارے سارے اعمال نیک نیتی کے نتائج ہونے چاہییں۔ "اللہ اکبر" کے الفاظ ہم کو تعلیم دیتے ہیں کہ خدا کے سوا ہم کو کسی کی عظمت و کبریائی کا قائل ہونا حرام ہے۔ یہی خیال آزادی کی بنیاد، خوشامد پرستی کا دشمن، اور محکومی اور غلامی کو بیخ و بن سے اکھیڑ دینے والا ہے۔

ہم جب "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے بعد "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" کہتے ہیں تو ہم کو سبق ملتا ہے کہ ہر فرض کے ساتھ کچھ حقوق اور حق کے ساتھ کچھ فرائض ہوتے ہیں۔ جس طرح ہم پر فرض کی ادائگی ضروری ہے اسی طرح ہم کو اپنے حقوق سے باز آنا بھی نہ چاہیے۔ خدا ہمارا بادشاہ ہے اور ایسا بادشاہ جس پر ہمارا کوئی حق ایسا نہیں ہے جسکو نہ ادا کرنے کی صورت میں اُسپر کوئی الزام آسکے۔ پھر بھی ہم اُس سے کچھ طلب کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر دنیا میں ہم پر کسی حکومت کی طرف سے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں تو حکومت پر بھی ہمارے کچھ حقوق ہیں، جنکو طلب کرنا ہمارے لیے کسی طرح بیجا نہیں جب ہم اپنے خدا سے طلب حقوق میں نہیں شرماتے تو دنیاوی حاکموں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیوں نہ کریں۔ دنیا میں خدائی مرضی کے مطابق اور اسکے قوانین کی پابندی کے ساتھ آزادی اور خودداری کی زندگی بسر کرنا ہمارا حق ہے، اور اسکے متعلق کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہم پر خدا کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کرنا حرام ہے۔ عزت اور غلبہ ہمارا قدرتی حق ہے۔ خدا اور رسول کے بعد عزت صرف مسلمانوں کا حق ہے۔ عزت اور وقار کی زندگی بسر کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے، اور اس عزت و احترام کے لیے کوشش کرنا ہمارے ایمان کا خاصہ ہونا چاہیے۔ مسلمان کے لیے ذلت کی زندگی کسی طرح زیبا نہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا لَا یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَهٗ[1] مسلمان کو نہیں چاہیے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔ صحابہ کو تعجب ہوا کہ بھلا مسلمان ہوکر کوئی ذلت پسند کر سکتا ہے جو آپ نے یہ حکم دیا اس لیے دریافت کیا وَکَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهٗ مسلمان بھلا کیونکر اپنے نفس کو ذلیل کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا یَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا یُطِیْقُ صورت یہ ہے کہ ایسے مصائب میں اپنے نفس کو مبتلا کرے جنکی اسکو طاقت نہ ہو۔ اس حدیث کی بنا پر فقہاء نے

[1] ترمذی شریف

مسلمانوں کے لیے گنہگاری اور اوّل درجہ کی بدبختی کو گروہ قرار دیا ہے۔

نماز کی حالت میں جس وقت ہم نے ایاک نعبد کہا تو فوراً ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ غیر خدا کی عبادت حرام ہے۔ عبادت اور عبد یا پرستش اور پرستار کا لفظی تعلق ہم کو بالاعلان بتا رہا ہے کہ عبادت صرف اُن امور کا نام ہے جنکے ذریعہ سے ہم کسی کے سامنے اپنی بندگی یا عبد و پرستار ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ہم نے کسی غیر خدا کو اپنا آقا اور مالک سمجھا تو یہ شرک ہے، ہم کو کسی دوسرے کی عظمت و کبریا کا اعتراف ہے تو گویا ہم کو یہ الکبریا (بڑائی) اُسی کے لیے ہے کا کامل ایمان نہیں۔ فرعون اور امرائے فرعون نے کہا تھا

انؤمن لبشرین مثلنا وقومهما لنا عابدون (مومنون)	کیا اپنے جیسے دو آدمیوں پر ہم ایمان لائیں جنکی قوم ہماری پجاری ہے

غور کرو، وہ کیا بات تھی، جسکو فرعون اور اُس کے ہم قوم عبادت گزاری سمجھتے تھے؟ کیا فرزندان یعقوب نے شرک کیا؟ کیا وہ بنی اسرائیل کی نمازیں فرعون کے لیے تھیں؟ کیا ہارون و موسیٰ کے قبیلوں نے اپنی قربانیاں چڑھائیں؟ کیا حضرت موسیٰ کے آباؤ اجداد نے خاندان فرعون کے افراد کو اپنا دیوتا سمجھا؟ ان لوگوں نے تو ہمیشہ شرک جلی کی مخالفت کی، اور اسی شرک جلی کی مخالفت میں انھوں نے طرح طرح کے مصائب کا سامنا کیا۔

ہم نے شرک کے ساتھ جلی کی قید اس لیے لگائی کہ انسان کے اعمال بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جنکو لوگ شرک نہیں سمجھتے، اگرچہ وہ اصل حقیقت کے اعتبار سے شرک ہوتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ذلیل محکومیت اگرچہ ایک شرمناک بات ہے، مگر کوئی شرعی گناہ نہیں۔ لیکن فرعون نے بنی اسرائیل کے انھیں تابعدارانہ اعمال اور محکومانہ مجبوریوں کا نام عبادت رکھا تھا، جسے فرزندان اسرائیل کا تذلل اور اُنکی بندگی ظاہر ہوتی تھی اور جسکے فرعون اور اسکے ہمقوموں کا ناجائز علو مرتبت، اُنکی عظمت و کبریا اور اُنکے جلال و جبروت کا اعتراف ظاہر ہوتا تھا، اسی مفہوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے موقع پر تنبیہ کے لفظ سے ادا کیا

تلک نعمة تمنها علي ان عبدت بني اسرائيل (شعرا)	(ترجمہ) یہ (بھی) کوئی انعام ہے جسکا تو احسان دھرتا ہے کہ تو نے فرزندان اسرائیل کو اچھی طرح اپنا غلام (یا عبادت گذار) بنا لیا ہے۔

مسلمانو! اگر تم نمازوں میں ایاک نعبد پڑھا کرتے ہو، تو پھر روزانہ اپنے اعمال کا جائزہ بھی لیتے رہو۔ اور دیکھو، تمہارا دل و دماغ اور تمہارے جوارح غیر خدا کی عبادت تو نہیں کرتے۔

ضروری اطلاع

تحفہ محرم کے بارہ میں بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ نئے خریداروں کو ہدیۃً دیا جائیگا۔ مگر بعض پرانے خریداروں نے بھی چندہ کے ساتھ محصول بھیجا ہے۔ حالانکہ اعلان کے مطابق وہ اس ہدیہ کے مستحق نہیں۔ سب صاحبوں کی رقم دفتر میں جمع ہے۔

مہتمم سچ۔ لکھنؤ

مولانا محمد علی اور موجودہ فتنہ

خواجہ حسن نظامی کے جواب میں مولانا محمد علی ہمدرد میں جو سلسلہ مضامین لکھ رہے ہیں، سچ پسند ناظرین ہی نہیں، مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہے، جو اس قسم کے سلسلۂ مضامین کو زیادہ پڑھنا ہوا کچھ پسند نہیں کرتا۔ اس گروہ کے جواب میں مولانا محمد علی نے، چند روز ہوئے، ایک مقالہ کی جو توضیح کی ہے وہ بھی سچائی سے خالی نہیں۔ فرماتے ہیں:-

"ہابیل کی نذر بارگاہ خداوندی میں قبول ہونے پر قابیل کا اس کو قتل کرنا تو نہیں، بلکہ حضرت آدم کی اولاد سے اختلاف ہے اس میں اگر خونریزی بھی ہو جائے (جیسا متعلق از شک نہیں ہے) تو وہ صفین کی خونریزی ہوگی جو اگرچہ تھی وہ حضرت علیؓ کی جانب سے بیشتر حق کے لیے تھی، اور اگر میں خود اس جنگ میں کام آ جاؤں تو میری مخالفت اس سے ہرگز مختلف نہ ہوگی جو امام حسینؓ نے کی تھی اور انشاء اللہ میرا حشر شہدائے کربلا کے ساتھ ہوگا۔ حضرت نوحؑ نے توحید کی خاطر ایک پوری قوم کو غرقاب کرا دیا تھا، مگر وہ کفار کی قوم تھی۔ میں حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کی طرح طوفان نوح کے بجائے صفین اور کربلا ہی کا پیرو ہوں، اور وہ لوگ جو آج "صلح" "صلح" کی رٹ لگا رہے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ انکی ذہنیت ان لوگوں کی سی ہے جنھوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے ایک نیزہ پر قرآن کریم کے اوراق دیکھ کر حضرت علیؓ کو فیصلہ کن فتح حاصل کرنے سے باز رکھا تھا، حالانکہ وہ ان سادہ لوحوں سے بار بار کہہ رہے تھے کہ قرآن ناطق تو میں ہوں۔

آج بھی جنگ ناموس کا زمانہ ہے، مگر اب مسلمان اتنے سادہ لوح نہیں ہیں کہ وہ ایسی چالوں میں آ کر اس جنگ صفین کو بلا فیصلہ کن فتح کے بند کرا دیں۔ جنگ صفین ہو تو کبھی نہ آئے، بہت بہتر ہوگا، لیکن جب ہوگی تو اتنی خرابی کی باعث نہیں ہوگی جتنی اسکے قبل از وقت بند کرا دینے سے۔ بعض ایسے بھی ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ یہ لیڈر آپس میں لڑتے رہتے ہیں ان سب کو چھوڑ دو۔ یہ سب یکساں روزگیر اور سب یکساں شہرت طلب ہیں، ان سے بچنا۔ یہی تحقیق کرنے اور امتیاز کرنے سے گریز اور خوارج کی ذہنیت ہے جنھوں نے اختلافات اور مخالفتوں سے گھبرا کر یہی ٹھان لی کہ سب جھگڑنے والے لیڈروں کا ایک ہی ساتھ خاتمہ کرا دیا جائے، اور تین آدمی مقرر ہوئے کہ ایک حضرت عمرو بن عاصؓ کو شہید کرے، ایک حضرت معاویہؓ کو اور ایک حضرت علیؓ کو۔ پھر کیا ہوا؟ حضرت عمرو بن عاصؓ بھی بچ گئے اور حضرت معاویہؓ بھی، مگر کون مارا گیا؟ حضرت علیؓ کا جو تینوں میں سب سے زیادہ زندہ رہنے کے مستحق تھے۔ کیا مسلمان آج چاہتے ہیں کہ پھر اسی خونی داستان کو دہرایا جائے اور وہ قیاس کیے بغیر سب لیڈروں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکیں اور غیر مستحق تو بچ جائیں، لیکن شہید ہو تو ایک حقدار؟ مسلمانو! کربلا اور صفین سے عبرت حاصل کرو۔ ہر جنگ نہ رقابت ہے نہ فساد۔ وہ حق کے لیے جان لینا اور جان دینا بعض وقت دونوں ضروری ہو جاتے ہیں، اور فرشتوں کو اعتراض تھا کہ اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء۔ اسکا جواب خدا ہی بہتر جانتا ہے اور وہ یہ تھا کہ سفک دماء اور جنگ ہمیشہ فساد نہیں ہوتے بلکہ کبھی کبھی اصلاح بھی ہوتی ہے اور انی اعلم مالا تعلمون۔ حقیقت حال کو خدا فرشتوں سے بھی بہتر جانتا ہے۔"

ایک علمی استفسار اور اسکا جواب

مخدومی و مکرمی مولانا عبدالماجد صاحب - السلام علیکم

"مہذب و متمدن ممالک یورپ و امریکہ میں "روحانیت" کی تحریک جس سرگرمی سے پھیل رہی ہے اُس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ حال ہی میں آپ نے سچ میں اڈیسن کے اقرار پر ایک نوٹ لکھا تھا۔ برطانیہ میں سر آلیور لاج، سر آرتھر کانن ڈائل، اور یہانکے کئی اور برسر ساینس کی تقاریر، تصانیف اور تحقیقات بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ سر آلیور لاج کی تقریر کا اقتباس بھی سچ کے ایک نوٹ کے ساتھ شایع ہوا تھا۔ مجھے اس سلسلہ میں آپ سے چند باتیں دریافت کرنی ہیں۔ امید ہے کہ آپ اسلامی نقطۂ نظر سے یا دوسرے موزوں الفاظ میں "آپ تحریک کے نقطۂ نظر سے" ان پر روشنی ڈالکر میرے معلومات میں اضافہ فرمائینگے۔

(۱) "روحانیین" کا یہ کہنا کہ روحوں سے بات چیت "اور پیام" صرف ممکن ہے بلکہ اب تک متعدد بار کثرت سے تجربات بھی کیے گئے ہیں اس دعوے کی "تجرباتی دلیل" Automatic - Writing اور Clairvoyance - Trance - Medium اور Phenomena - Spirit کے مشاہدات اور تجربات ہیں۔

(۲) "روحانیت" یا "روحیت" کے متعلق اب تک جو چھوٹی اور بڑی کتابیں شایع ہوئی ہیں، انکے پڑھنے اور اُن پر غور و فکر کرنے سے انسانی دماغ کو ان کی صداقت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

ان کی سب سے زبردست دلیل وہی ہے جو امام غزالیؒ نے صدیوں پہلے پیش کی تھی کہ "یہ عالم روحانی ہے اور صرف روح ہی سے اس کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے"

کیا صوفیائے کرام کے اقوال "مشاہدات" اور "بصیرتوں" اور ان جدید تجربات اور تحقیقات میں کوئی مناسبت ہے؟ کیا ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں؟ بظاہر جو مطابقت نظر آتی ہے اُسکو تسلیم کرلینے سے دھوکا تو نہیں ہوتا؟

(۳) Medium - Spirit کے ذریعہ اب تک عالم ارواح کے متعلق پردۂ غیب سے جن حقایق اور اسرار کا انکشاف ہوا ہے اور جنت و دوزخ کے متعلق جو تفصیلات روحانیین نے شایع کی ہیں ان اور جنت و دوزخ کے اسلامی تخیل میں تقریباً پوری پوری مشابہت و یکسانیت ہے، مگر اختلاف اس بات میں ہے کہ انگریز Spirit Communication - "Guide" کا نام پیش کرتے ہیں اور عالم ارواح میں بھی تثلیث اور پرورش فرزند کے عقائد رکھتے ہیں، جو اسلامی عقائد کے صریحاً مخالف اور متضاد ہیں۔ اس اختلاف کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے؟

اسی ضمن میں یہ عرض کرنا مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں، حال میں میرے محترم اُستاد مولوی وہاج الدین صاحب پروفیسر فلسفہ نے Rev: Vale Owen اورنگ آباد کالج سے جب وہ حیدرآباد آئے ہوئے تھے، تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ انھوں نے روحانی پیامات کے امکان و صحت کی نسبت یہ کہا کہ "یہ بالکل ممکن ہے اور یہ ہوکر رہے گا" اور بعض مثالوں سے اسے اور بھی واضح کردکھایا۔ اسوقت میرے پاس سچ جو مجھے سب سے زیادہ عزیز اور میری روح کی غذا ہے، تھا۔ میں نے مولوی صاحب موصوف کو وہ نوٹ "منکروں کا اقرار" جو اڈیسن سے متعلق تھا، دکھا کر کہا کہ "اس نوٹ سے مولانا کے خیالات انکی تائید یا اختلاف میں صاف صاف ظاہر نہیں ہوتے"۔ انھوں نے مجھے آپ کے خیالات کے مؤید ہونے کی نسبت بہت کچھ کہا ......

اس تحریر سے مقصد اور مدعا یہ دریافت کرنا ہے کہ مندرجۂ بالا امور کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔ "دین فطرت" کی تعلیمات کیا ہیں اور ایک مسلمان کو اُن کی نسبت کیا رائے رکھنی چاہیے۔ فقط

ایک طالبعلم عبدالحمید خاں

سکندرآباد دکن - ۲۲ دسمبر ۲۲ء

جوابات

(۱) روح اس کثیف مادی عالم سے نجات پانے کے بعد عموماً جس عالم میں جاکر قیام کرتی ہے، اُس کا نام مذہبی گروہ کی بولی میں "عالم برزخ" ہے۔ وہ عالم خالصۃً روحانی نہیں ہوتا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مادی ہی ہوتا ہے، البتہ کثیف مادی نہیں، بلکہ نہایت لطیف مادی (مادہ کی کثافت و لطافت کے نمایاں اختلافات ہر شخص کو روزانہ تجربہ میں نظر آتے رہتے ہیں، پتھر بھی مادہ ہے، مٹی بھی مادہ ہے، پانی بھی مادہ ہے، ہوا بھی مادہ ہے، بجلی بھی مادہ ہے، گیس بھی مادہ ہے، لیکن ان تمام مادیات میں کثافت و لطافت کے لحاظ سے کتنے مراتب کا فرق ہے)۔ کلام پاک میں جو یہ ارشاد ہوا ہے، "ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ" (انسان پر موت طاری کی، اور اُسے حالت قبر میں رکھا) سو اس میں "اَقْبَرَہٗ" سے مراد یہی حالت برزخی ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ بیشمار مخلوق ایسی ہے، جسے قبر میں دفن ہونا نصیب ہی نہیں ہوتا۔

(۲) اس لطیف مادی، یا نیم روحی، یا برزخی عالم سے اس مادی عالم میں آمد و پیام، بعض مادی واسطوں اور شخصوں کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ ٹیبل، تپائی، کیمرہ، جسم وغیرہ اسی کے کرشمے ہیں۔ مسلمان صوفیہ کا ادنیٰ طبقہ اس قسم کا اخبار بالغیب وغیرہ بآسانی کرتا رہتا ہے۔

(۳) روحیں، قید جسم سے آزاد ہونے کے بعد اپنی صفائی و پاکیزگی کے لحاظ سے یکساں نہیں ہوتیں۔ نہ وہ لوگ جو اُن سے آمد و پیام میں مشغول رہتے ہیں، اپنی ظاہری و باطنی قوت و استعداد کے لحاظ سے مساوی ہوسکتے ہیں، اس لیے معلومات و نتایج میں اختلافات ہوتے رہنا لازمی ہے۔ تثلیث وغیرہ کے جو عقائد جن روحوں نے بیان کیے ہیں، وہ یا تو ابھی بہت پستی کی منزل میں ہیں، اور اُنکی بصیرتیں ابھی صاف و روشن نہیں ہوئی ہیں، اور یا جن لوگوں نے اُن سے یہ معلومات حاصل کیے ہیں، وہ خود ابھی نہایت ناقص ہیں۔

(۴) اسلام کو براہ راست ان تجربات سے تو کوئی واسطہ ہی نہیں۔ مگر ان تجربات میں کسی طرح کا فریب نہیں، تو ان سے کم از کم اتنا تو ثابت ہی ہوجاتا ہے کہ اس محسوس مادی عالم سے اوپر بھی کوئی دوسرا عالم ہے، اور اس حد تک

ان سے اسلام کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن بالفرض ان میں کوئی دھوکا یا فریب ثابت ہوا، تو ہمارا کوئی نقصان نہیں، ہمارے ایمان کی بنیاد ان تجربات پر نہیں۔

(۵) یورپ اور امریکہ ابھی چونکہ روحانی حیثیت سے انتہائی پستی اور تاریکی میں ہیں، اس لیے اُنھیں بہت ہی خفیف اور دھندلی روشنی جو نظر آرہی ہے، وہ اسی کو ایک بڑی نعمت سمجھ کر اسکی طرف لپک رہے ہیں۔ خیر انکے لیے اس قدر بھی غنیمت ہے، باقی اسلام نے اپنے پیرووں کو روحانی روشنی و بلندی کی جس انتہا پر پہونچا دیا ہے (یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ تا علی کی منادی روحانی جنتی) وہاں پہونچکر ان پستیوں کی طرف جھک کر دیکھنے کی کیا حاجت ہے۔ کوئی درمیانی واسطہ نہیں، کوئی وسطی منزل نہیں، ادھر "عبدیت" پیدا ہوئی، اور اُدھر سنا "ارجعی الی ربک"۔ ایک ذرہ پر آفتاب براہ راست اپنی شعاع ڈالکر خود اُسے آفتاب بنا رہا ہے، اور دوسرا ایک شخص ہے، جسکے پاس آفتاب کی روشنی سیاہ شیشوں سے چھن کر آرہی ہے، دونوں میں کیا نسبت ہے؟ ایک شخص اپنے محبوب کے وصال سے شاد کام ہو رہا ہے، اور دوسرے نے کہیں دور سے اُسکی دھندلی اور بگڑی ہوئی تصویر دیکھ پائی ہے۔ بس اسی قدر فرق اسلامی روحانیت، اور اس مادی روحانیت میں ہے۔ زیادہ تفصیل کے لیے، مزید فرصت کا انتظار فرمایے۔

فتاوی تعزیہ داری

گزشتہ سال سچ کے ایک مخلص قدردان کی فیاضی سے مجموعہ فتاوی کی ۱۲۵۰ جلدیں طبع کی گئی تھیں جن میں سے صرف چند اب رہ گئی ہیں۔ بُری رسموں کے انسداد کے لیے یہ ضروری ہے کہ سالہا سال تک مسلسل عامۃ المسلمین کو انکی قباحت اور خرابی پر توجہ دلائی جائے تب کہیں جاکر امید کامیابی ہو سکتی ہے۔ اسی خیال سے ارادہ کیا گیا ہے کہ امسال فتاوی کی پھر اشاعت کی جائے، اور جو فتاوی سال گزشتہ گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے چھپنے سے رہ گیا اُسے اضافہ کیا جائے۔ نیز خط خفی ہونے کی وجہ سے عوام کو فتاوی پڑھنے میں جو زحمت ہوئی ہوگی اُسکی بنا پر اب کی قلم جلی کردینے کا ارادہ ہے۔ اس طرح رسالہ کا حجم ۴۰ صفحے کے بجائے لگ بھگ ۸۰ صفحے ہو جائے گا۔ ۱۲۵۰ جلدوں کی طبع پر تخمیناً سوا سو روپیہ لاگت آئے گی۔ اگر سچ کے ناظرین میں سے کوئی ایک یا متعدد صاحب اس کار خیر میں شریک ہونا چاہیں تو دفتر کو اطلاع دیں تاکہ جس وقت طباعت شروع ہو تو ان سے رقم منگا لی جائے۔

جو صاحب اپنے حلقہ میں تقسیم کرنے کیلیے زائد تعداد کے طالب ہوں وہ دفتر کو تعداد مطلوبہ سے مطلع کردیں تاکہ سب تحریروں پر نظر کرکے اتنی تعداد میں چھاپے جائیں کہ سب کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس طور پر انشاء اللہ سعادت میں کمی نہ رہیگی جوابات اسی مہینہ کے اندر آجانا چاہیے۔

خاکسار

ظفرالملک ۔ مہتمم سچ ۔ لکھنؤ

۲-جنوری ۱۹۲۷ء

دارالمصنفین کی مدد آپ کیونکر کر سکتے ہیں؟

جناب والا! السلام علیکم

دارالمصنفین گیارہ سال سے قائم ہے، اور اس زمانہ میں اُسنے اپنی خاموش علمی خدمات کی بدولت عام شہرت اور خاص امتیاز کے حاصل کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس عرصہ میں سیرت نبوی کی اہم و ضخیم تین جلدوں کے علاوہ اسنے مختلف علوم و فنون پر ۲۷ کتابیں شائع کی ہیں، اور رسالہ معارف کے ذریعہ ماہوار علمی خدمات ادا کرتا رہتا ہے۔

تصنیف و تالیف کے لیے جس سروسامان کی ضرورت ہے اُن میں اس کا ایک خاص پریس ہے، کتبخانہ ہے، اور رفقاء و عملہ کے رہنے کے مکانات ہیں، اور انکے علاوہ ہر سال وہ سلسلۂ تعمیر کچھ نہ کچھ اضافہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن کبھی قوم نے اس پر بھی غور کیا ہے، کہ آخر وہ عام قومی چندے کے بغیر جسپر اسوقت ہندوستان کی عام تعلیمی، علمی اور مذہبی درسگاہوں کی بنیاد ہے کیونکر اپنی ضروریات کو پورا کرتا ہے؟

ہم نے اب تک خود یہ کوشش کی ہے، کہ قوم کے دماغ کو اس قسم کی زحمت سے محفوظ رکھیں، لیکن اب اسکو کتبخانہ کے لیے ایک عمارت کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ اب تک اسکے کتبخانہ کے لیے کوئی مستقل عمارت موجود نہ تھی، بلکہ مولانا شبلی مرحوم کا خاص سکونتی بنگلہ کتبخانہ کا کام دیتا رہا ہے۔ لیکن اب وہ اس ضرورت کے لیے ناکافی اور قابل اصلاح ہے، اس لیے اسمیں سنہ بہ اضافہ اور مرمت کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ باایں ضرورت ہم تمام قوم سے اسکے لیے عام چندے کی درخواست کرنا مناسب نہیں سمجھتے، البتہ قوم کے برگزیدہ اصحاب جو علوم و فنون سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں، اسکے رکن ہوکر اپنی علمی دلچسپی کے اظہار کے ساتھ اسکی اعانت بھی کر سکتے ہیں۔ اس قسم کے بزرگوں کو چندہ سالانہ کی رقم ادا کرنی پڑتی ہے، اور اس رقم کے ادا کرنیکے بعد دارالمصنفین اپنی سال بھر کی تمام تصانیف اور رسالہ معارف ہدیۃً انکی خدمت میں پیش کرتا ہے، جسکے بزرگوں نے ہماری درخواست کے بغیر یہ علمی اعزاز حاصل کیا ہے، اور اب ہم اس قسم کے پانچسو بزرگوں کو اور اس زمرہ میں شامل کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ علم دوست اصحاب اسکو قبول فرماکر ایک خاموش کام کرنیوالی علمی مجلس کی اس اہم علمی ضرورت کی تکمیل میں شوق کے ساتھ شریک ہوکر اخیر دسمبر یا شروع جنوری تک زر رکنیت ادا فرمادیں گے، تاکہ سنہ ۱۹۲۷ء سے اُن کا نام ارکان کے رجسٹر میں درج کر لیا جائے۔ امید ہے کہ آپ خود بھی اس کی ممبری قبول فرمائیں گے اور اپنے دوسرے احباب کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دیں گے۔

سید سلیمان ندوی، مسعود علی ندوی

(دارالمصنفین، اعظم گڈھ)

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

(ہندوستان کے اندر)

قومی ہفتہ - امسال ہندوستان کی اکثر قومی انجمنوں کے جلسے گوہاٹی و دہلی میں منعقد ہوئے۔ آل انڈیا ورنیکلر پریس کا اجلاس لکھنؤ میں، اور آل انڈیا ویمن کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا۔

صوبۂ آسام

نیشنل کانگریس - آل انڈیا نیشنل کانگریس کا اجلاس گوہاٹی میں مسٹر سرینواس آئنگر کے زیر صدارت ۲۶-دسمبر کو منعقد ہوا۔ جناب صدر کے جامع اور مختصر خطبۂ صدارت کے بعد حسب ذیل تجاویز پاس ہوئیں: سوامی شردھانند کے قتل اور مسٹر عمر سوبانی مرحوم کی وفات پر اظہار غم (۲) کینیا کے ہندوستانی باشندگان کے خلاف جو امتناعی قوانین منظور ہوئے ہیں، نیز تازہ ترین تحریک کہ [illegible] مشترک بنا دیا جائے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستانیوں کے مفاد، آزادی اور حبشیوں کو پامال کرکے یورپین اقوام کے مفاد کو ترقی دی جائے، کانگریس اظہار ناراضی کرتی ہے (۳) کانگریس جنوبی افریقہ کی گول میز کانفرنس کا خیر مقدم نیز اس کے مقاصد کی کامیابی کی دعا کرتی ہے۔ کانگریس پھر ایک بار مسٹر اینڈریوز کا شکریہ ادا کرتی ہے جن کی کوششوں کا یہ گول میز کانفرنس نتیجہ ہے۔ بقیہ تجاویز کا خلاصہ آئندہ نمبر میں ملے گا۔

دہلی

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس - مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ۲۹-دسمبر کو زیر صدارت سر عبدالرحیم دہلی میں منعقد ہوا۔ صدر موصوف نے علاوہ متعلق موضوع کے سوامی جی کے قتل پر اظہار افسوس کیا۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس جزئی واقعہ کو قوم و ملک کے لیے آپس کی نااتفاقی اور مخالفت کی کشیدگی کا سبب نہ بنانا چاہیے۔ اس کے بعد دو تجویزیں منظور ہوئیں۔ (۱) نواب حمید اللہ خاں کا اس گراں بہا عطیہ کا شکریہ جو مسلم یونیورسٹی کو عطا کیا گیا۔ دوسری تجویز کلکتہ مسلم کالج کے متعلق تھی۔ دوسرے دن کی پہلی نشست میں مختلف تجویزیں منظور ہوتی رہیں جن میں زیادہ اہم تجویز نمبر ۲ یہ کہ کانفرنس دہلی کے تمام متعلقین اوقاف سے عموماً اور اوقاف مسجد جامع و وقف ساۃ وزیر النساء بیگم و مسجد فتحپوری سے خصوصاً درخواست کرتی ہے کہ وہ اینگلو عربک کالج کی طرف خاص توجہ فرمائیں اور معقول امداد کا مطالبہ کیا۔ نمبر ۳ - مختلف یونیورسٹیوں کی تعلیمی و انتظامی جماعتوں میں مسلمانوں کی کافی نیابت کا لحاظ رکھا جائے۔ شام کی تیسری نشست میں حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔ نمبر ۵ - ابتدائی ثانوی تعلیمی نظام میں ایسی ترمیم کی جائے جس سے طلبہ اس قابل ہو سکیں کہ ملک کی بہبودی اور مرفہ الحالی کو ترقی دے سکیں - اور اس مقصد کے لیے ضرورت ہے کہ صنعتی اور تجارتی درسگاہیں قائم کی جائیں (نمبر ۶) تجویز منظور ہوئی کہ مختلف صوبوں کی گورنمنٹیں اور قانون ساز جماعتیں جبریہ اور مفت تعلیمی مدرسے قائم کریں - اگر تعلیمی امداد کی ہوئی رقمیں ناکافی ہوں تو سنٹرل گورنمنٹ کی امداد واجب ہے۔ نیز ابتدائی تعلیم کے ساتھ دستکاری بھی لازم ہو

تیسرے روز کی اہم تجویز یہ تھی کہ اینگلو عربک کالج دہلی کو جلد سے جلد ایک فرسٹ گریڈ آرٹ کالج کے بنانے کی ضرورت ہے اس لیے چندہ کی اپیل کی گئی۔

سوامی شردھانند کے قتل کے سلسلہ میں جو بیان ملزم نے دیا ہے، ہندوؤں کی ایک جماعت اس سے غیر مطمئن معلوم ہوتی ہے اس لیے ہندوؤں نے دس ہزار روپیہ پولیس کو پیش کیا ہے جو سوامی شردھانند کے قتل کی سازش کا پتہ چلائے تو اسے انعام میں دیا جائیگا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ پولیس ملزم کے اس بیان سے مطمئن نہیں ہے کہ وہ کابل سے پستول لایا تھا۔ ابھی یہ پتہ نہیں چلا کہ پستول کس کا تھا۔ مقدمہ ۱۱-جنوری سے ایک عیسائی حاکم کی عدالت میں شروع ہوگا۔

سوامی جی کے بیدردانہ اور ظالمانہ قتل کی وجہ سے ملک کے مختلف گوشوں اور کناروں سے ہندوؤں کے علاوہ مسلمانوں کے اظہار ہمدردی کے پیامات خطوط و تار و اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ علی برادران، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خاں، سر عبدالرحیم، مسٹر جناح، سر محمد شفیع، نواب مزمل اللہ خاں، مولوی ظفر علی خاں (صدر خلافت کمیٹی پنجاب) مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی (صدر خلافت کمیٹی اودھ) شاہ محمد زبیر صاحب (صدر خلافت کمیٹی بہار) ڈاکٹر کچلو، خواجہ حسن نظامی، مسٹر آصف علی صاحبان قابل ذکر ہیں۔ متعدد مقامات مثلاً بدایوں، بستی، گیا، کراچی وغیرہ میں مسلمانوں نے تعزیت کے جلسوں میں بھی واقعۂ قتل سے اپنی بیزاری کی تجویزیں منظور کی ہیں۔ کراچی کے اسلامی جلسہ کے صدر مولانا حسین احمد صاحب تھے۔

(ہندوستان کے باہر)

شام - سویٹزرلینڈ کے صلیب احمر کے دو ڈاکٹر جو دروز گئے ہیں اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ دروزیوں سے مصالحت ہو جائے۔ دروزیوں نے وسکیہ میں فرانسیسیوں کو ایک جنگ میں کثیر نقصانات کے ساتھ پیچھے ہٹا دیا۔ دروزی سرداران خود واپس ہو گئے اور مصالحت کی گفت و شنید عنقریب ہونے والی ہے۔

کابل - انگریزوں نے قاہرہ و بغداد و کراچی کے درمیان جو ہوائی سروس قائم بنائی ہے اس کے جواب میں جرمنی اور افغانستان نے یہ طے کیا ہے کہ برلن، استنبول، طہران اور کابل کے درمیان براہ راست طیاروں کی آمد و رفت ہو۔

جاپان - شہنشاہ جاپان کا انتقال ہو گیا۔ اور ولی عہد کی تخت نشینی کا اعلان کیا جا چکا ہے۔

ترکی - ترکی میں چندہ جمع کرکے تین ہوائی جہازوں کے خریدنے کی تجویز پاس ہو گئی ہے۔

فاتحۂ قل

حضرت مرشدنا و مقتدانا مولانا شاہ عین القضاۃ نور اللہ مرقدہ کا فاتحہ خمسہ ۲-رجب ۱۳۴۵ھ (۸-جنوری ۱۹۲۷ء) کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں ہوگا۔ نماز فجر کے بعد سے قرآن خوانی شروع ہوگی اور ختم چاشت کے قریب فاتحۂ قل ہوگا۔ فقیر ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند کتابیں

الناظر

اردو کا مشہور رسالہ ... [illegible]

منیجر الناظر لکھنؤ

تاریخ عرب

[illegible]

قیمت ... [illegible]

میلاد النبی صلعم

مشہور محدث ابن جوزی ... [illegible]

قیمت ... [illegible]

نغمۂ حرم

[illegible]

قیمت ۱۲ ... [illegible]

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن

[illegible]

الخلافۃ الکبریٰ - سورۂ بقرہ کی تفسیر ... [illegible]

بیان - سورۂ آل عمران کی تفسیر ... [illegible]

الصراط المستقیم ... [illegible]

سبیل الرشاد و سورۂ حجرات کی تفسیر ... [illegible]

کلید خزائن قرآنی

[illegible]

کشاف الہدیٰ

[illegible]

قیمت ... [illegible]

ترجمۂ ابن خلدون معہ مقدمہ

[illegible]

سال شائع ہوئی قیمت جلد اول - دوم - سوم ... [illegible]

چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم، نہم ... [illegible]

دہم - یازدہم ... [illegible]

مقدمہ ... [illegible]

قیمت ... [illegible]

علوم القرآن

[illegible]

بصائر القرآن

[illegible]

قیمت ... [illegible]

مصنفین اردو

اردو کے تین سو کے زائد مشہور و مقبول مصنفین کی ... [illegible] مکمل تصانیف کی فہرست معہ ... [illegible] سال بسال شائع ہوتی ہے ... [illegible]

قیمت ... [illegible]

منیجر الناظر بک ایجنسی

تصوف اسلام

[illegible]

قیمت ... [illegible]

آئینۂ حقیقت نما

[illegible]

قیمت ... [illegible]

پیام امن

[illegible]

قیمت ... [illegible]

حقائق اسلام

[illegible]

قیمت ... [illegible]

تاریخ الحرمین الشریفین

[illegible]

قیمت ... [illegible]

جدید دور اسلام

[illegible]

قیمت ... [illegible]

تجرید بخاری معہ ترجمہ

[illegible]

قیمت ... [illegible]

انتخاب صحاح ستہ

[illegible]

مسلمانان اندلس

[illegible]

قیمت ... [illegible]

جزاء الاعمال

[illegible]

مستقبل اسلام

[illegible]

نامۂ نجد

[illegible]

قیمت ... [illegible]

ملنے کا پتہ - الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

باہتمام ... [illegible] مالک ... [illegible] الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا